بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اپنے مسائل کو سنجیدگی سے نہ دیکھنا ، حالات و مقتضیات کا صحیح اندازہ نہ لگانا اور اصلاح احوال کے لئے برمحل اقدام نہ کرنا شیوۂ دانش مندی نہیں نہ اسلامی تعلیمات میں اس کے لئے کوئی جواز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ میں ہمیں جو معاملہ فہمی، مسلسل اصلاحی جد وجہد، حزم و احتیاط، پیش بینی و پیش بندی برمحل اقدام اور اتباع کلامِ الٰہی کی مثالیں ملتی ہیں، وہ صرف مواعظ و نصائح کا مواد ہی نہیں بلکہ امتِ مسلمہ اور اس کے لیڈروں کے لئے لائحہ عمل بھی ہیں، ہمارے معاشرہ کا موجودہ بگاڑ اور عدمِ توازن اچانک گھڑی بھر میں رونما نہیں ہوا ، یہ ہماری مسلسل غفلتوں اور پیہم حقائق سے بے اعتنائیوں کا نتیجہ ہے۔ وما اللہ بظلام للعبید۔

اسلام کا نام لینا اور اسلامی محبّت و مودت ، اخوت و مواسات کا گلا گھونٹنا، کلمہ پڑھنا اور کلمہ پڑھنے والوں کی تکفیر کرنا ، ایمان و عمل، علم و عقل پر بنیاد رکھنے والے دین کی پیروی کا ادعاء اور بے یقینی کا یہ عالم کہ جن چیزوں پر ہمارا ایمان ہے انہیں زندگی کے کسی شعبہ میں عملاً کار فرما دیکھنے کے لئے کوئی کوشش نہ کرنا ، کتاب اللہ پر ایمان لیکن دوسری کتابیں حرزِ جان ، رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اقرار لیکن آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے غفلت و فرار، مومنوں کے بھائی بھائی ہونے کا اعتراف لیکن ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونے سے گریز، انہیں

[redacted]

اپنے برابر سمجھنے، ان کی تکالیف دُور کرنے اور ان کی حالت سدھارنے کی طرف توجہ نہ دینا، کیا یہی آئینِ وفاداری ہے؟ زبانی اقرار اور عملاً انکار نفاق کہلاتا ہے۔ یہ صورت اللہ کے ساتھ مذاق کرنے اور اسے فریب دینے کے مترادف ہے، ایسی قوموں کو اللہ کی طرف سے بدلہ ملنے میں تاخیر نہیں ہوتی، یہ سودا نقد ہے ہمیں بدلہ مل رہا ہے لیکن ہم ابھی تک اسے پہچاننے اور ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کیا ہمارے معاشرہ سے اطمینان و سکون کا سلب ہو جانا، بھائی کا بھائی پر سے اعتماد اٹھ جانا، جمعیت کا شیرازہ ابتر ہو جانا، اتحاد و اتفاق کا ختم ہو جانا اور ہمارے اندر لادینی افکار و نظریات کا غلبہ ہمیں نت نئے دشمنوں کے حملوں کا خطرہ اللہ کے انعامات ہیں؟ کیا یہ وہی عذاب اور سزائیں نہیں جو اللہ تعالیٰ بے عمل منافق اقوام کو دیتا رہا ہے؟

ہم اپنی جانوں پر خواہ کتنا ہی ظلم کر چکے ہوں، اپنے ہاتھوں اپنی تباہیوں کا پورا سامان کیوں نہ کر چکے ہوں اور خود کو تباہی کے مہلک غار کے دہانہ پر کیوں نہ پہنچا چکے ہوں اللہ کی طرف رجوع اور اس کے احکامات کی طرف پلٹنا اور توبہ کرنا ہمیں یقین دلا رہے ہیں کہ ہمارا مرض لاعلاج نہیں۔ نومیدی کفر اور زوالِ علم و عرفان ہے۔ ہمارے لئے اصلاح کی طرف پہلا قدم "استہزاء باللہ" کو ترک کر دینا ہوگا۔ یہ صورت اس امر کی متقاضی ہوگی کہ ہم سنجیدگی سے اخلاص کے ساتھ دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں اور ان کی راہ میں حائل ہونے والے تمام اصنام و طواغیت کو ہٹا دیں، باطل کو زینت بخشنے والی تمام شیطانی قوتیں، جمعیت و مرکزیت کو ختم کرنے والے تمام مفاداتِ اتفاق و اتحاد کی راہ روکنے والے تمام تعصّبات کو یکسر مٹا دیں! اللہ کی محبّت کو اتنا قوی کر لیں کہ ہر محبّت اس محبّت میں گم ہو جائے۔

جس طرح ہر مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس تک پہنچنے کے وسائل و اسباب ضروری ہیں۔ اللہ تک پہنچنے اور اس کے احکام دنیا میں نافذ کرنے کے لئے بھی وہ ذرائع اختیار کرنا لازمی ہیں جو اللہ نے بتائے ہیں، پورے معاشرہ کو اللہ تک پہنچانے کے لئے ہر مسلمان کو اسلامی بنیادی تعلیمات سے واقف کرنا، ان کے دلوں میں اللہ کی محبّت پیدا کر کے انہیں تقویٰ شعار بنانا شرطِ اوّل ہے

اس مقصد اوّلین کو عامۃ المسلمین میں پھیلانے کے لئے ایسے مرکزی ادارہ کی ضرورت ہے جو عوام میں اصلاحی کام کرنے اور ان میں دینی سوجھ بوجھ پیدا کرنے والے مبلغین تیار کرے اور انھیں دینی تربیت و ثقافت سے اس قدر آراستہ کر دے کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں پہنچ کر صحیح دینی ماحول پیدا کرتے رہیں اور عوام کو وحدتِ افکار و وحدتِ کردار کی نعمت سے سرفراز کریں۔ دین کے اس مرکزی ادارہ میں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے لئے "اصل دین" کتاب اللہ اور اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا جائے۔ تاریخ اسلام میں جس قدر ائمہ و فقہاء، علماء و صلحاء، محدثین و اولیاء گزرے ہیں ان کے احترام کے ساتھ ان کی تصانیف و افکار سے پورا پورا استفادہ کیا جائے اور اشخاص کے بجائے افکار و اصول کی قیادت کو اہمیت دی جائے، ان میں سے جس کی فکر ہمارے موجودہ حالات و مقتضیات سے مناسبت رکھتی ہو اسے بعینہٖ یا ترمیم کے ساتھ بغیر کسی تعصب و جانبداری کے اپنا لیا جائے بصورتِ دیگر علماء دین و ماہرین امور کے مشورہ سے اپنے موجودہ تقاضوں کا جدید حل تلاش کیا جائے۔ اس طرزِ عمل سے دین میں پیدا ہو جانے والے مختلف مذاہب و فرق کے درمیان واقع ہونے والی خلیج رفتہ رفتہ پٹ جائے گی۔

مسلمانوں میں ایسی مرکزی دینی تربیت گاہ کی ضرورت کو سورۃ التوبۃ کی اُس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے جس کا ایک ٹکڑا "لیتفقھوا فی الدین" ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کا امتیازی نشان ہے، اس ادارہ کا اساسی وظیفہ اسلام کو عام فہم اور آسان زبان میں پیش کرنا ہے تاکہ دورِ جدید کے مسلمان اسے بآسانی سمجھ سکیں نیز مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنا، مروّجہ مراسم و عوائد کو تحقیقی کسوٹی پر پرکھنا، جدید پیش آنے والے مسائل کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کرنا، قدیم مسلم مصنفوں کی کوششوں کا تعارف کرانا، نیز ایسے علماء و مفکرین پیدا کرنا جو دین میں تفقہ پیدا کرنے کے بعد اپنی قوم کو "انذار" کر سکیں۔

ہمارے خیال میں اس مرکزی ادارہ کو اتنا بلند مقام حاصل ہونا چاہیئے کہ وہ ملک میں اسلامیات پڑھانے والے اساتذہ کو تفقہ فی الدین کے سلسلہ میں دورِ جدید کے اہم مسائل و نظریات سے روشناس کرائے تاکہ وہ ان جدید مسائل کو دینی نقطۂ نظر سے سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔

اس مرکزی ادارہ میں اتنی جامعیت و وسعت ہونا چاہیئے کہ دینی علماء کے ساتھ اس میں

ملک کے تعلیمی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور قانونی مسائل کے ماہرین بھی موجود ہوں جو اپنے اپنے مضامین کو دینی ہدایات کی روشنی میں دیکھنے کی قابلیت رکھتے ہوں۔

اس ادارہ کو یہ قوت حاصل ہو کہ وہ قدیم و جدید نظام ہائے تعلیم کے درمیان باہمی کشمکش ختم کر کے ایک ایسے متوازی و ہم آہنگ نظامِ تعلیم کی بنیاد رکھ سکے جو تعلیم یافتہ طبقہ سے دورخی اور تصادم کے خوفناک رجحانات کو زائل کر کے مستقبل کی تاریکیوں کو روشنی سے بدل دے۔ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے اور اس سے غفلت خوفناک نتائج کی حامل ہو سکتی ہے۔

سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۱۲۲ ہماری قومی زندگی میں دین کو کارفرما رکھنے، دینی علوم پر توجہ دینے اور دینی تفقہ پیدا کرنے والوں کی ذمہ داریوں پر نہایت حکیمانہ طریقہ سے روشنی ڈال رہی ہے۔ اس آیت میں ارشاد یہ ہوا ہے کہ تمام لوگ اپنی پوری توجہ ایک ہی موضوع یا ایک ہی کام پر مبذول نہیں کر سکتے کیونکہ اس طرح معاشرہ میں توازن باقی نہیں رہتا۔ سب لوگ اگر جنگ کے میدان میں پہنچ جائیں گے تو کارخانے کون چلائے گا؟ زمینوں کو کون آباد کرے گا؟ داخلی انتظامات کی نگرانی کون کرے گا؟ لہٰذا اُمت کا فرض ہے کہ مختلف ضرورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ کاملینِ فن اور خصوصی ماہرین تیار کرے، اسی طرح دینی مہارت و کمال اور تفقہ فی الدین کے لئے ہر بستی اور آبادی سے ایک جماعت مرکزی دینی ادارہ میں بھیجی جائے جو محنت شاقہ اور ضروری تربیت کے بعد دینی بصیرت اور معاملہ فہمی کا ملکہ حاصل کر کے اپنے اپنے علاقوں میں واپس جا کر "اِنذار" کا فریضہ انجام دے۔

اِنذار کے معنی خطرات سے آگاہ کرنا اور بدعملی کے بُرے انجام سے خبردار کرنا ہے۔ انذار یا تو اللہ تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں ہوتا ہے یا پھر یقینی تجرباتی علوم کی بنا پر۔ موخرالذکر صورت میں پوری معلومات رکھنا شرطِ اوّلین ہے، جس طرح ایک طبیب جو کسی جڑی بوٹی کے خواص سے پوری طرح باخبر نہ ہو اس کی تاثیرِ بد سے کسی کو نہیں ڈرا سکتا اسی طرح ایک مُتَفَقِّہ فی الدین اگر اقوام کے عروج و زوال کے اسباب سے باخبر نہ ہو وہ فریضہ انذار کو بحسن و کمال انجام نہیں دے سکتا، لوگوں کو باخبر کرنے کے لئے خود خبردار ہونا ضروری ہے۔